ڈاکٹر فرمان فتح پوری

پیدائش: ۱۹۲۶ء

وفات: ۲۰۱۳ء

تصانیف: ادبیات و شخصیات، ہندی اردو تنازعہ، اقبال سب کے لیے، اردو کی نعتیہ شاعری، اردو کی منظوم داستانیں، اردو زبان و ادب

مُشاعَرہ

حاصلاتِ تعلّم: اس سبق کی تدریس کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ: ۱- ادبی اور اصطلاحی محضر کے بارے میں اپنا ذاتی نقطۂ نظر پیش کر سکیں۔ ۲- مختلف فنی اور پیشہ ورانہ تحریروں کو سمجھ کر پڑھ سکیں۔ ۳- مضمون لکھتے ہوئے متعلقہ یا ضروری نکات استدلال کے ساتھ پیش سکیں۔ ۴- عبارت میں فعل معاون کی نشان دہی کر سکیں۔ ۵- ادبی و علمی تحریریں پڑھ کر خود بھی اظہار و ابلاغ کے لیے استعمال کر سکیں۔

کئی افراد کا یک جا ہو کر شعر پڑھنا یا ایک دوسرے کو شعر سنانا، مشاعرہ کہلاتا ہے۔ یک فردی مشاعرے کو، جس میں صرف کسی ایک شاعر کو سنا جائے یا پڑھوایا جائے، بہ اعتبارِ معنی مشاعرہ کہنا مناسب نہ ہوگا۔ شعری نشست، شعری تقریب، تعارفی تقریبِ شعری، اعزازی نشست شعری وغیرہ کہنا بہتر ہوگا، لیکن ہمارے یہاں ہر قسم کی شعری تقریب یا نشست کو عموماً مشاعرہ ہی کہا جاتا ہے اور یہ بھی لفظ کا معنوی تصرّف ہے اور دُرست ہے۔

مشاعرے نے ذوقِ سخن کو سنوارنے اور مذاقِ سلیم کو اُستوار کرنے میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ شاعری یقیناً غور و فکر، علم و فضل اور مطالعہ و مشاہدہ سبھی کچھ چاہتی ہے۔ زبان کے اصول و قواعد اور عروض و قوافی کے ضابطوں سے آگاہی کا بھی وہ مطالبہ کرتی ہے، لیکن یہ چیزیں اسی وقت کار آمد و کارگر ہو سکتی ہیں جب کہ آدمی مذاقِ سلیم بھی رکھتا ہو۔ مذاقِ سلیم کتابوں کے مطالعے سے نہیں بلکہ شعر و ادب کے ماحول میں ایک مُدّت تک زندگی بسر کرنے اور ذہنی تربیت پانے سے میسر آتا ہے۔ چناں چہ شاعر ہونے کی اوّلین شرط یا ضمانت علمی قابلیت نہیں، خُوش مذاقی اور ذوقِ شعری کی پختگی و شائستگی ہے۔ اگر یہ چیزیں میسر ہوں تو پھر علم و فضل سونے پر سہاگے کا کام کرتے ہیں۔

مشاعرے کا رِواج ہمارے ہاں نیا نہیں، بہت پُرانا ہے اور اس نے سماجی و تہذیبی زندگی خوش گوار بنانے میں بہت مؤثر کردار ادا کیا ہے۔ اس کے ذریعے سماج کے مختلف عقیدوں اور مختلف زاویۂ نظر کے لوگ ایک دوسرے سے قریب آئے ہیں۔ ان میں محبتوں اور رفاقتوں کے رشتے قائم ہوئے ہیں اور یہ رشتے باہم اعانت و استعانت کا وسیلہ بنے ہیں۔ یہی نہیں، مشاعروں نے شائستگی و تہذیب کا درس دینے کا فریضہ بھی انجام دیا ہے۔ آدابِ مجلسی سے آشنائی اور آداب کو برتنے کا سلیقہ بھی بُہتوں کو مشاعروں نے سکھایا ہے۔ اس اعتبار سے مشاعرہ محض شعرستان یا شعر پڑھنے کی بیٹھک تک محدود نہیں رہا، بلکہ

اس نے ایک بڑی تہذیبی تربیت گاہ کا درجہ حاصل کر لیا ہے۔

مشاعرہ، فرشی نشست کا ہو یا غیر فرشی، اس میں شریک سارے شعرا اور سامعین کو اس کے آدابِ مجلسی کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔ عام سماجی زندگی میں کسی شخص کو کتنا بھی بلند مقام یا مرتبہ کیوں نہ حاصل ہو، جب وہ مشاعرے کی محفل میں شریک ہوگا، اسے سارے ضابطوں کی پابندی کرنا ہوگی۔ اگر وہ ایسا نہ کر سکے گا تو بد ذوق، غیر مہذب اور ناشایستہ کہلائے گا۔ یہ باتیں یوں ہی نہیں کہی جا رہی ہیں، مشاعرے کی تاریخ میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ صرف ایک مثال دیکھتے چلیے، اب سے تقریباً تین سو سال پہلے کی بات ہے۔ اردو کے مشہور غزل گو شاعر، میرؔ و سوداؔ کے معاصر، خواجہ میر دردؔ کے یہاں ہر مہینے کی آخری تاریخوں میں ایک بزمِ مشاعرہ منعقد ہوتی تھی۔ اس میں امیر و غریب سبھی بہ شمول نوّابین و شاہانِ وقت شریک ہوتے اور بہ قول محمد حسین آزادؔ، ''ان محفلوں میں باادب ہو کر بیٹھتے تھے''۔ ایک مشاعرے میں سلطنتِ مغلیہ کے چشم و چراغ شاہ عالم ثانی آفتاب بھی شریک تھے۔ مشاعرہ جاری تھا۔ شاہ عالم آفتاب ثانی نے پاؤں میں درد محسوس کیا، نتیجتاً انھیں قدرے پاؤں پھیلا کر بیٹھنا پڑا۔ خواجہ میر دردؔ نے اس اندازِ نشست پر ان کو ٹوکا۔ شاہ عالم نے پاؤں کے درد کا ذکر کرتے ہوئے معذرت چاہی۔ اس پر بھی خواجہ میر دردؔ نے کہا: ''جب پاؤں میں درد تھا تو مشاعرے میں شرکت کی کیا ضرورت تھی۔'' اس ایک واقعے سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ مشاعروں نے ہماری تہذیبی اور ثقافتی زندگی کو کس طرح سے شایستہ و مہذّب بنایا ہے۔

شعری ادب کی تاریخ اور شعرا کے تعارف کے سلسلے میں بھی مشاعروں کی اہمیت مسلم ہے۔ ایک دو نہیں، سیکڑوں ایسے شعرا ہیں جو صرف مشاعروں کی معرِفت جانے پہچانے جاتے ہیں اور ان کے اشعار مشاعرے میں مقبولیت کے حوالے سے بعد کو ضرب المثل بن گئے ہیں۔

لفظ ''مشاعرہ'' مروّج و مستعمل ہوا تو اس کے دوش بہ دوش اسی وزن کے اور کئی الفاظ بنا لیے گئے اور معنوی اعتبار سے مشاعرے کے مترادفات قرار پائے۔ ان لفظوں میں مُراخَتہ، مُسالَمہ، مُناظَمہ اور مُغازَلَہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

مشاعرے کو اس کی مصنوعی وُسعت، تخصیص، ہیئت و موضوعاتی حلقہ بندی کے لحاظ سے کئی ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ جیسے نعتیہ مشاعرہ، حمدیہ مشاعرہ، رثائیہ مشاعرہ، طرحی مشاعرہ، غیر طرَحی مشاعرہ، تمثیلی مشاعرہ، نجی مشاعرہ اور پبلک مشاعرہ۔ تمثیلی مشاعرہ ان مشاعروں کو کہا گیا، جن میں قدیم مشاعروں کی سج دھج اور کلاسیکی محفلِ شعر کی فضا میں، بعض مرحوم شعرا کی نمایندگی مختلف افراد سے کرائی جاتی ہے۔ اس قسم کا پہلا یادگار مشاعرہ مرزا فرحت اللہ بیگ کا مرتّب کردہ ''دہلی کی آخری شمع'' ہے۔ پھر اس کی تقلید میں تمثیلی مشاعرے کا رواج چل نکلا۔

البتہ طرَحی مشاعرہ ان سب میں قدیم ترین ہے اور اس کی روایت کا سلسلہ حاتمؔ و مظہر جان جاناں کے وقت سے آج تک بڑے پیمانے پر نہ سہی، چھوٹے پیمانے پر سہی، برقرار ہے اور ان طرَحی مشاعروں نے ذوقِ شعری، اصلاحِ سخن، لفظیاتی تنقید اور نوآموز شعرا کی حوصلہ افزائی اور زبان و بیان کی صحت و صفائی کے باب میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔

کہنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ مشاعرے کا ثقافتی اِدارہ محض تفریحِ طبع کا مشغلہ نہیں، بلکہ شعر و سخن کی تحسین و تفہیم

اور نئے کہنے والوں کی تربیت و حوصلہ مندی کا ایک مؤثّر وسیلہ بھی رہا ہے۔ مشاعروں کی نجی محفلیں آج بھی کسی نہ کسی انداز سے اس کو برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ اس میں خرابی دراصل اس وقت پیدا ہوئی جب پبلک مشاعروں کا رواج عام ہوا اور اس میں خُوش گوئی و خُوش فکری سے زیادہ ترنم و خُوش گلوئی کو دخل ہو گیا۔ اس خوش گلوئی نے پبلک مشاعروں کے سامعین کے لیے ایک چٹخارا پیدا کر دیا۔ داد دینے کے معیار بدل گئے۔ تحتُ اللفظ پڑھنے والے بڑے سے بڑے شاعر کو بے دلی سے سنا گیا اور ترنم سے پڑھنے والے بہت معمولی درجے کے مشاعر بلکہ تشاعر کو بھی سر پر اٹھایا گیا۔

پھر بھی یہ پبلک مشاعرے عام و خاص دونوں پر ایک خُوش گوار اثر چھوڑتے تھے اور ان کے سامعین مشاعروں کے بارے میں ایک اچھی رائے لے کر اُٹھتے تھے۔ وجہ یہ ہے کہ پہلے پبلک مشاعرے، اسکولوں، کالجوں، یونی ورسٹیوں اور دوسرے علمی و ادبی اداروں کی ہم نصابی سرگرمیوں اور بامقصد مشاغل کا ایک حصہ ہوا کرتے تھے۔ مشاعرے میں طلبہ، اساتذہ، شہر کے عمائدین، اہلِ علم و ادب اور سخن فہم حضرات بڑے ذوق و شوق سے شریک ہوتے تھے۔

میں نے اسی لیے مشاعرے کو ایک ثقافتی اور روایتی ادارہ قرار دیا ہے۔ روایتی اور ثقافتی اداروں کی صورت یہ ہوتی ہے کہ زندگی کے دوسرے پہلوؤں کی طرح ان کے منظر نامے سیاسی و سماجی عوامل کی تبدیلیوں کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ چناں چہ شادی بیاہ اور منگنی کی رسومات و تقریبات سے لے کر میلاد شریف، مجلس مرثیہ خوانی، محفل سماع اور بزم نغمہ و سرور کے اب وہ آداب نہیں رہے جو آج سے پچاس سال پہلے تک پوری طرح موجود تھے۔ سب کا رنگ و آہنگ بدل گیا ہے۔ یہی صورت مشاعروں کی ہے کہ اب یہ شعر و ادب کی ترویج یا ذوقِ سلیم کی تربیت سے زیادہ معاشرت کی دوسری سیاسی و سماجی اغراض کو پورا کرتے ہیں۔ چناں چہ آج کل جو پبلک مشاعرے منعقد کیے جاتے ہیں، وہ ایک آدھ کو چھوڑ کر بالعموم اِشتہار کے ذریعے ایسی ہی اغراض کے حصول کے لیے کیے جاتے ہیں۔

اس اعتبار سے ان مشاعروں کی اِفادیت مُسلّم ہے۔ کشمیر کی آزادی کا مسئلہ ہو، فلسطینیوں کی جدوجہد کا سلسلہ ہو، قومی و صوبائی انتخابات کی مہم ہو، جنگ و امن کی یادگار منانے کی، کسی مرحوم کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے تقریب ہو یا کسی زندہ شخصیت کو محترم و معزّز بنانے کی، کسی بڑے عشائیے کی معرفت اربابِ حلّ و عقد کے خوش کرنے کا مسئلہ ہو یا کسی ذاتی گھریلو تقریب کو ادبی رنگ دے کر خود کو مشتہر کرانے کا، اس طرح کے ہر کام کے لیے جتنا کارآمد و مقبول اس وقت مشاعرہ ہے، شاید کوئی دوسرا ثقافتی ادارہ نہیں ہے۔

یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ اس وقت ہندوستان، یُورپ، انگلستان، چین، کینیڈا، جاپان، آسٹریلیا، امریکہ، ماریشس اور عرب ممالک وغیرہ میں اُردو سے دل چسپی رکھنے والوں کی جو ایک بہت بڑی تعداد موجود ہے، اس میں کسی باقاعدہ رسمی تعلیمی و تدریسی تحریک یا ادارے کا اتنا حصہ نہیں جتنا مشاعرے کا ہے۔ اس لحاظ سے یہ ثقافتی ادارہ اُردو کے لیے پہلے بھی ایک قُوّت رہا اور آج بھی ہے۔

(ماخوذ از: اردو زبان و ادب کی افادیت)

مشق

سوال ا: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(الف) مشاعرے کے لیے کیا شرط ہوتی ہے؟

(ب) شاعری ایک شاعر سے کن کن چیزوں کا مطالبہ کرتی ہے؟

(ج) مشاعرے میں شریک شعرا اور سامعین کو کن چیزوں کی پابندی کرنا پڑتی ہے؟

(د) لفظ ”مشاعرہ“ کے مترادفات لکھیے۔

(ہ) طرحی مشاعرہ کن شعرا کی یادگار ہے؟

(و) مشاعروں کے انعقاد، اُن میں شرکت اور سماعت سے ہمیں کون کون سے انفرادی اور اجتماعی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں؟

سوال ۲: درج ذیل اقتباسات کی تشریح بہ حوالہ سیاق و سباق کیجیے:

(الف) ”مذاقِ سلیم کتابوں کے مطالعے سے نہیں بلکہ شعر و ادب کے ماحول میں ایک مُدّت تک زندگی بسر کرنے اور ذہنی تربیت پانے سے میسر آتا ہے۔ چناں چہ شاعر ہونے کی اوّلین شرط یا ضمانت علمی قابلیت نہیں، خُوش مذاقی اور ذوقِ شعری کی پختگی و شائستگی ہے۔“

(ب) ”مشاعرے کا ثقافتی ادارہ محض تفریحِ طبع کا مشغلہ نہیں، بلکہ شعر و سخن کی تحسین و تفہیم اور نئے کہنے والوں کی تربیت و حوصلہ مندی کا ایک مؤثر وسیلہ بھی رہا ہے۔ مشاعروں کی نِجی محفلیں آج بھی کسی نہ کسی انداز سے اس کو برقرار رکھے ہوئے ہیں۔“

سوال ۳: مُدلل مضمون لکھیے: ”شاعری کے مطالعے سے زندگی کا شعور ملتا ہے۔“

سوال ۴: درج ذیل الفاظ و تراکیب کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

ذوقِ سخن۔ مذاقِ سلیم۔ سونے پر سہاگا۔ شائستگی و تہذیب۔
اربابِ حل و عقد۔ تحت اللفظ۔ ضرب المثل۔ تحسین و تفہیم

سوال ۵: درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے:

۱۔ کئی افراد کا یک جا ہو کر شعر پڑھنا کہلاتا ہے:

(الف) مناظرہ (ب) مشاعرہ (ج) مقابلہ (د) ملاکھڑا

۲۔ مشاعرے کا رواج ہمارے ہاں ہے:

(الف) آزمودہ (ب) جاہلانہ (ج) معاصرانہ (د) پرانا

۳- خواجہ میر دردؔ کے مشاعرے میں شریک ہوئے تھے:

(الف) شاہ عالم ثانی آفتابؔ (ب) بہادر شاہ ظفرؔ

(ج) مرزا سلیم بہادر (د) مرزا شہ زور

۴- مشاعرے آج وجہ بن گئے ہیں:

(الف) پیشہ گری کی (ب) شہرت کی

(ج) ثقافتی وسعت کی (د) سیر و تفریح کی

۵- مشاعرہ اردو ادب میں اسی لیے اہم رہا ہے کہ:

(الف) شاعر عوام کو شعر سناتے ہیں (ب) ہر طرح کے مسائل پر بات ہو جاتی ہے

(ج) اربابِ حل و عقد خوش ہوتے ہیں (د) شعرا کی آمدنی ہو جاتی ہے

☆ ان کے اشعار مشاعرے میں مقبولیت کے حوالے سے بعد کو ضرب المثل بن گئے ہیں۔

☆ تمثیلی مشاعرے کا رواج چل نکلا۔

درج بالا دونوں جملوں میں "بن گئے ہیں" میں "گئے"، جانے کے معنوں میں نہیں ہے۔ رواج چل "نکلا"، اس جملے میں بھی چل کے بعد "نکلا"، نکلنے کے معنی میں نہیں بلکہ رواج قائم ہو گیا کے معنی میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لفظ کسی فعل کی مدد کرے یا معنی سمجھنے میں تعاون کرے تو ایسے لفظ کو فعلِ معاون کہتے ہیں۔

سوال ۶: آپ اس کتاب میں سے فعلِ معاون تلاش کر کے لکھیے۔

سرگرمیاں

۱- طلبہ انفرادی یا گروہی سرگرمی کے طور پر کسی مشاعرے میں شرکت کا تجربہ کریں گے۔

۲- مذکورہ تجربے کی روشنی میں طلبہ کمرۂ جماعت یا کالج میں بچوں کا مشاعرہ منعقد کریں گے۔

۳- طلبہ مختلف اخبارات و جرائد میں موجود کوئی فنی یا پیشہ ورانہ تحریر پڑھ کر اُس کے اہم نکات کمرۂ جماعت میں بیان کریں گے۔

برائے اساتذہ

۱- طلبہ کو ادبی، علمی اور پیشہ ورانہ تحریریں پڑھنے کی طرف راغب کیجیے۔

۲- طلبہ کو سمجھائیے کہ اپنے مطالعے سے حاصل شدہ نکات اپنی تحریر و تقریر کی زینت بنانا کیوں ضروری ہے۔